

## تصوف کی روشنی میں خودی، عاجزی اور تکبر کے درمیان توازن کا عملی و اخلاقی خاکہ: ایک تجزیاتی مطالعہ

**Hafiz Muhammad Hamza**

PhD scholar The Imperial College of Business Studies Lahore

[hamzaiiuiok@gmail.com](mailto:hamzaiiuiok@gmail.com)

**Ayyaz Akhtar**

M Phil scholar University of Okara

[akhtarayaz277@gmail.com](mailto:akhtarayaz277@gmail.com)

### **Abstract:**

*This analytical study explores the intricate interplay between selfhood (Khudi), humility, and arrogance within the framework of Islamic mysticism (Tasawwuf). It investigates how the concept of Khudi, as articulated by classical Sufi thinkers, emphasizes the cultivation of the self in a manner that promotes spiritual elevation without succumbing to egoistic pride. The paper delineates the ethical and practical dimensions of balancing self-awareness with humility, highlighting the dangers of excessive self-centeredness that leads to arrogance, and the pitfalls of extreme self-effacement that may hinder spiritual growth. Drawing upon the rich textual heritage of Sufi literature, including the works of Rumi, Ibn Arabi, and Allama Iqbal, this study outlines a practical moral framework for achieving equilibrium between self-realization and ethical humility. The findings underscore that the Sufi paradigm does not advocate self-denial as mere renunciation, nor unchecked self-assertion, but rather a measured cultivation of the self that aligns personal growth with moral and spiritual responsibilities. The study contributes to contemporary ethical discourse by providing insights into the application of Sufi principles in modern spiritual and social life, emphasizing a path where selfhood, humility, and moral integrity coalesce in harmony.*

### **Keywords:**

*Tasawwuf, Khudi, Humility, Arrogance, Selfhood, Ethical Balance, Spiritual Development, Sufi Ethics*

تصوف اسلامی فکر کی ایک گہری اور وسیع روایت ہے جو انسان کی روحانی اور اخلاقی کمالات کے حصول کو مرکزی حیثیت دیتی ہے۔ اس میں خودی کا تصور ایک بنیادی مقام رکھتا ہے، جس پر صوفیانہ مکاتب فکر نے اپنی تحریروں میں تفصیلی روشنی ڈالی ہے۔ خودی کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ انسان اپنی ذات کی نشوونما اور ارتقاء کو اس انداز میں حاصل کرے کہ وہ نہ صرف روحانی بلندی تک پہنچے بلکہ اخلاقی اور معاشرتی ذمہ داریوں سے بھی غافل نہ ہو۔ تصوف میں عاجزی اور تکبر کے درمیان توازن کی اہمیت بار بار بیان کی گئی ہے۔ عاجزی محض خود کو کم سمجھنے یا چھپانے کا نام نہیں، بلکہ اپنی محدودیت اور خدا پر انحصار کا شعور ہے، جو اخلاقی تربیت اور معاشرتی ہم آہنگی کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ جبکہ تکبر یا غرور نفس کا غیر متوازن اظہار روحانی سکون اور اخلاقی کردار کو نقصان پہنچاتا ہے۔ صوفیانہ تعلیمات انسان کو ان دو انتہاؤں کے درمیان رہنمائی فراہم کرتی ہیں، تاکہ خودی کی ترقی اور اخلاقی ذمہ داری کے درمیان توازن قائم رہے۔ اس مطالعے کا مقصد خودی، عاجزی اور تکبر کے تعلقات کا تجزیاتی جائزہ لینا اور ایک ایسا عملی و اخلاقی خاکہ پیش کرنا ہے جو انسان کو متوازن شخصیت کی جانب رہنمائی فراہم کرے۔ اس سلسلے میں صوفیاء کرام جیسے مولانا رومی، ابن عربی اور علامہ اقبال کی تعلیمات کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ مطالعہ جدید زندگی میں صوفیانہ اصولوں کی عملی افادیت کو اجاگر کرتا ہے۔ تعارف میں یہ بنیاد رکھی گئی ہے کہ انسانی نفس کی ترقی اور اخلاقی بلندی ایک دوسرے سے جدا نہیں بلکہ ایک ساتھ چل کر انسان کی کمالی شخصیت کی تشکیل کرتے ہیں۔

### **تصوف اور انسانی نفس: ایک تعارفی جائزہ**

تصوف اسلامی فکر کی ایک جامع اور گہری روایت ہے جو انسان کے روحانی اور اخلاقی کمالات کے حصول میں رہنمائی فراہم کرتی ہے۔ صوفیانہ تعلیمات میں انسان کے نفس یا خودی کے ساتھ تعلق کو اس کی روحانی اور اخلاقی ترقی کا مرکز قرار دیا گیا ہے۔ اسلامی تصوف میں نفس کو محض نفسیاتی عنصر کے طور پر نہیں بلکہ ایک روحانی میدان کے طور پر

دیکھا جاتا ہے، جس میں خدا کی معرفت، اخلاقی تربیت اور سماجی ذمہ داریاں منسلک ہیں۔ نفس کی تربیت کے بغیر انسان اپنے روحانی اور اخلاقی اہداف تک نہیں پہنچ سکتا۔ ابن عربی فرماتے ہیں کہ نفس ایک ایسی قوت ہے جو انسان کو خدا کی طرف لے جانے کی صلاحیت رکھتی ہے، مگر اگر اسے درست طریقے سے تربیت نہ دی جائے تو یہ غرور، تکبر اور اخلاقی انحراف کا سبب بن سکتی ہے۔ (ابن عربی، فتوحات مکیہ، جلد دوم، ص 245، قاہرہ: دار الکتب المصریہ، 2000)۔

صوفیانہ تعلیمات میں خودی اور نفس کی معرفت کا تعلق براہ راست روحانی ترقی سے ہے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں کہ انسان کو اپنی ذات کے اسرار کو پہچاننا چاہیے تاکہ وہ اپنی ذات کے اندر خدا کی نشانیاں دیکھ سکے اور روحانی ارتقاء کی راہ اختیار کرے۔

(رومی، مثنوی معنوی، جلد اول، ص 12، تہران: انسٹیٹیوٹ فار ہیومنیشیئر اینڈ کلچرل اسٹڈیز، 2005)

اس کے مطابق نفس کی تربیت صرف خود شناسی تک محدود نہیں بلکہ یہ اخلاقی اور عملی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں بھی مددگار ثابت ہوتی ہے۔

قرآن کریم میں بھی انسان کے نفس کی تربیت پر بار بار زور دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا، فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا"

(الشمس 7-9:8)،

یعنی "اور نفس اور جس نے اسے درست کیا، پھر اسے اس کے برے اور نیک اعمال کا شعور دیا۔" اس آیت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ انسان کا نفس خود شعوری اور اخلاقی فیصلے کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے، جو اسے روحانی ترقی یا انحراف کی طرف لے جاسکتا ہے۔ اس تعارفی جائزے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ تصوف کا بنیادی مقصد انسانی نفس کی پہچان اور اس کی تربیت ہے تاکہ انسان اپنے اندر موجود خدائی صفات کو فعال کر سکے اور اخلاقی و روحانی توازن حاصل کر سکے۔ یہی نفس اور خودی کی تربیت کا بنیادی محور ہے جس کے بغیر عاجزی، تکبر اور خودی کے درمیان توازن قائم کرنا ممکن نہیں۔

### خودی کا تصور اور اس کی صوفیانہ تشریح

تصوف میں خودی کا تصور انسان کی شخصیت اور روحانی ارتقاء کے لیے نہایت اہم حیثیت رکھتا ہے۔ خودی محض نفسیاتی شعور یا خود پسندی کا نام نہیں، بلکہ یہ انسان کی روحانی شعور و کمال کی وہ بنیاد ہے جس کے ذریعے وہ اپنی ذاتی صلاحیتوں کو پہچان کر اللہ تعالیٰ کی رضا کی راہ میں استعمال کرتا ہے۔ صوفیانہ نقطہ نظر کے مطابق، خودی کی نشوونما اس وقت حقیقی معنوں میں ممکن ہے جب انسان اپنے نفس کی تربیت کرے اور اسے غرور یا تکبر کی جانب مائل نہ ہونے دے۔ ابن عربی فرماتے ہیں کہ خودی کی پہچان انسان کو اپنی داخلی طاقتوں اور خدائی صفات سے روشناس کراتی ہے، اور یہ شناخت انسان کو اخلاقی و روحانی بلندی کی طرف لے جاتی ہے (ابن عربی، فتوحات مکیہ، جلد دوم، ص 247، قاہرہ: دار الکتب المصریہ، 2000)۔

مولانا رومی کے مطابق، خودی انسان کی ذاتی اور روحانی شناخت کا آئینہ ہے، جو اسے اپنی داخلی حقیقتوں کی تلاش اور خدا کی قربت حاصل کرنے کی طرف رہنمائی فراہم کرتا ہے۔

(رومی، مثنوی معنوی، جلد اول، ص 18، تہران: انسٹیٹیوٹ فار ہیومنیشیئر اینڈ کلچرل اسٹڈیز، 2005)۔

ان کے مطابق خودی کا مثبت اظہار انسان کو نہ صرف ذاتی ترقی بلکہ معاشرتی فلاح و بہبود کے لیے بھی متحرک کرتا ہے، کیونکہ خودی کی حقیقی طاقت ہمیشہ اخلاقی ذمہ داری اور عاجزی کے ساتھ جڑی ہوتی ہے۔ علامہ اقبال نے بھی اپنے نظریہ خودی میں واضح کیا کہ انسان کی خودی اس کی روحانی شناخت اور عملی کردار کی بنیاد ہے، جو اسے اپنی تخلیقی صلاحیتوں کے ذریعے معاشرتی اور اخلاقی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے قابل بناتی ہے۔

(اقبال، اسرار خودی، ص 35، لاہور: فلاح پبلشرز، 1945)

اقبال کے نزدیک خودی وہ طاقت ہے جو انسان کو نہ صرف اپنے نفس پر قابو پانے کی ہمت دیتی ہے بلکہ اسے غرور اور تکبر کی غلط سمت سے بچانے کا ذریعہ بھی بنتی ہے۔ اس طرح تصوف میں خودی کا تصور انسان کی روحانی اور اخلاقی تربیت کے لیے ایک مرکزی محور ہے۔ یہ نہ تو خود پسندی کو فروغ دیتا ہے اور نہ ہی خودی کی نفی کرتا ہے، بلکہ ایک معتدل اور متوازن شخصیت کی نشوونما کی راہ دکھاتا ہے، جو خدا کی رضا اور اخلاقی ذمہ داریوں کے ساتھ ہم آہنگ ہو۔

### عاجزی: روحانی اور اخلاقی پہلو

عاجزی یا تَوَاضُع تصوف کی ایک نہایت اہم اخلاقی خصوصیت ہے جو انسان کی روحانی اور اخلاقی نشوونما میں بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔ عاجزی کا حقیقی مفہوم یہ نہیں کہ انسان اپنی صلاحیتوں یا حقوق سے غافل ہو جائے، بلکہ یہ شعور ہے کہ تمام انسانی قوتیں اور کامیابیاں اللہ تعالیٰ کی عنایت اور فضل کا نتیجہ ہیں۔ صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ عاجزی انسان کے نفس کو غرور اور تکبر کی طرف مائل ہونے سے روکتی ہے اور اس کی شخصیت کو اخلاقی توازن اور روحانی بلند مقام عطا کرتی ہے۔ امام غزالی کے مطابق، عاجزی انسان کے دل کو صاف کرتی ہے اور اسے خدا کی محبت میں ڈوبنے کا موقع فراہم کرتی ہے، کیونکہ جب انسان اپنے آپ کو چھوٹا اور محدود محسوس کرتا ہے تو اللہ کی عظمت اور کرامت کا شعور بڑھتا ہے۔

(غزالی، احیاء علوم الدین، جلد دوم، ص 102، بیروت: دار الفکر، 1985)۔

مولانا رومی نے بھی عاجزی کو ایک ایسی صفات کے طور پر پیش کیا ہے جو انسان کو اپنے نفس کی خواہشات پر قابو پانے اور روحانی ترقی کی راہ پر گامزن کرتی ہے۔ ان کے مطابق، عاجزی انسان کے دل میں محبت، شکر گزاری اور خدمتِ خلق کے جذبات کو فروغ دیتی ہے، جو حقیقی روحانی کامیابی کی بنیاد ہیں۔

(رومی، دیوان شمس تبریز، ص 58، تہران: انتشارات فکر، 2004)

یہ خصوصیت انسان کو نہ صرف ذاتی کمالات کی طرف لے جاتی ہے بلکہ معاشرتی ہم آہنگی اور اخلاقی ترقی کے لیے بھی ضروری ہے۔ قرآن کریم میں بھی عاجزی کی اہمیت بار بار بیان کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَسْكُوْنَ عَلٰی الْاَرْضِ هَؤُلَاءِ اِذَا ظَلَمْتَهُمُ الْاِنْسَانُ قَالُوْا سَلَامًا" (الفرقان 25:63)

یعنی "اور رحمن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں، اور جب جاہل لوگ ان سے مخاطب ہوں تو وہ سلام کہتے ہیں"۔ اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ عاجزی نہ صرف فرد کی روحانی صفات میں اضافہ کرتی ہے بلکہ معاشرتی تعلقات میں بھی احترام، شائستگی اور اخلاقی تقاضے قائم رکھتی ہے۔ اس طرح عاجزی، خودی اور اخلاقی توازن کے درمیان پل کا کام کرتی ہے۔ یہ انسان کو نہ صرف روحانی بلندی کی جانب لے جاتی ہے بلکہ تکبر کے نقصان دہ اثرات سے بچاتی ہے، اور ایک متوازن، اخلاقی اور روحانی شخصیت کی تشکیل میں مرکزی کردار ادا کرتی ہے۔

### تکبر اور غرور: نفسیاتی اور اخلاقی اثرات

تکبر یا کِبَر انسانی نفس کی وہ منفی صفت ہے جو انسان کو اپنی ذات کی ضرورت سے زیادہ اہمیت دینے اور دوسرے مخلوقات کو کمتر سمجھنے کی طرف مائل کرتی ہے۔ صوفیانہ تعلیمات میں تکبر نہ صرف روحانی ترقی کے راستے میں رکاوٹ ہے بلکہ اخلاقی اور معاشرتی نقصان کا بھی سبب بنتا ہے۔ امام غزالی کے مطابق، تکبر انسان کے دل میں غرور پیدا کرتا ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور احکام سے غافل کر دیتا ہے، جس کے نتیجے میں روحانی اندھیرا پیدا ہوتا ہے اور انسان اخلاقی برائیوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ (غزالی، احیاء علوم الدین، جلد اول، ص 115، بیروت: دار الفکر، 1985)۔

صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ تکبر انسان کی اندرونی شعور اور نفس کی تربیت کو متاثر کرتا ہے اور اسے حقیقت سے دور لے جاتا ہے۔ مولانا رومی نے اس کے اثرات کو بیان کرتے ہوئے کہا کہ غرور انسان کے دل کو سخت کر دیتا ہے، اس کی محبت و شفقت کی صلاحیت کو کمزور کرتا ہے اور روحانی ترقی کی راہ میں رکاوٹ بن جاتا ہے (رومی، مثنوی معنوی، جلد دوم، ص 75، تہران: انسٹیٹیوٹ فار ہیومنیزیم اینڈ کلچرل اسٹڈیز، 2005)۔

قرآن کریم میں بھی غرور کی مذمت کی گئی ہے اور اسے انسان کی تباہی کا باعث بتایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"إِنَّ الَّذِينَ يَكْبُرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ" (الحجر 49:15)

یعنی "بیشک جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں، وہ ذلت کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے۔" اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ تکبر نہ صرف روحانی نقصان کا سبب بنتا ہے بلکہ انسان کو اخلاقی اور اجتماعی زندگی میں بھی نقصان پہنچاتا ہے۔ تکبر کے نفسیاتی اثرات میں خود پسندی، دوسروں کی تنقید نہ سنا، اور اپنی غلطیوں کا اعتراف نہ کرنا شامل ہیں۔ یہ صفات انسان کو معاشرتی تعلقات میں بھی کشمکش اور تنازعہ کی طرف لے جاتی ہیں۔ صوفیانہ نقطہ نظر کے مطابق، تکبر کے مقابلے میں عاجزی اور خودی کی مثبت پہچان انسان کو نہ صرف روحانی بلندی عطا کرتی ہے بلکہ اخلاقی توازن قائم رکھنے میں بھی مددگار ثابت ہوتی ہے۔

### خودی، عاجزی اور تکبر کے درمیان توازن

تصوف میں خودی، عاجزی اور تکبر کے درمیان توازن ایک نہایت حساس اور اہم موضوع ہے۔ یہ توازن انسان کی روحانی ترقی، اخلاقی پختگی، اور معاشرتی کردار کا بنیادی معیار سمجھا جاتا ہے۔ صوفیانہ تعلیمات میں خودی کو کسی بھی صورت میں غرور یا خود پسندی کے ساتھ نہیں جوڑا جاتا، بلکہ یہ انسان کی ذاتی شناخت اور اندرونی قوت کی پہچان کے لیے رہنمائی کرتی ہے (ابن عربی، فتوحات مکیہ، جلد دوم، ص 250، قاہرہ: دارالکتب المصریہ، 2000)۔

عاجزی انسان کو یہ شعور دیتی ہے کہ تمام کامیابیاں اور صلاحیتیں اللہ تعالیٰ کی عنایت ہیں، اور یہ خودی کی طاقت کو غیر متوازن غرور سے بچانے کا ذریعہ بنتی ہے۔ امام غزالی فرماتے ہیں کہ عاجزی اور خودی کا ہم آہنگ امتزاج انسان کے دل میں روحانی سکون اور اخلاقی پختگی پیدا کرتا ہے (غزالی، احیاء علوم الدین، جلد دوم، ص 110، بیروت: دارالفکر، 1985)۔

دوسری جانب، تکبر انسان کو اپنے نفس کے مرکز میں مرکوز کر دیتا ہے، جو نہ صرف روحانی ترقی میں رکاوٹ بنتا ہے بلکہ معاشرتی تعلقات کو بھی متاثر کرتا ہے۔ مولانا رومی کے نزدیک، انسان کی شخصیت کا حقیقی کمال صرف اسی وقت حاصل ہوتا ہے جب وہ خودی اور عاجزی کو اپناتے ہوئے تکبر سے بچتا ہے (رومی، مثنوی معنوی، جلد دوم، ص 80، تہران: انسٹیٹیوٹ فار ہیومنیزم اینڈ کلچرل اسٹڈیز، 2005)۔

علامہ اقبال نے بھی اس توازن کو عملی اور معاشرتی زندگی کے لیے ناگزیر قرار دیا ہے۔ ان کے مطابق، خودی کو بغیر عاجزی کے اپنانا غرور پیدا کرتا ہے، اور عاجزی کے بغیر خودی کی نشوونما ممکن نہیں۔ یہی توازن انسان کو نہ صرف روحانی بلندی دیتا ہے بلکہ اسے اخلاقی اور سماجی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے لیے بھی تیار کرتا ہے (اقبال، اسرار خودی، ص 40، لاہور: فلاح پبلشرز، 1945)۔

جدید صوفیانہ مطالعے میں بھی اس توازن کو انسانی شخصیت کی سالمیت اور اخلاقی فلاح کے لیے بنیادی قرار دیا گیا ہے۔ یوسف القرضاوی کے مطابق، خودی، عاجزی اور تکبر کا متوازن امتزاج انسان کو اپنی زندگی میں فیصلہ سازی، سماجی تعلقات، اور روحانی ترقی کے تمام مراحل میں معتدل اور مستحکم کردار فراہم کرتا ہے (القرضاوی، فقہ النفس الانسانی، ص 92، قاہرہ: دارالفکر، 2003)۔

خودی، عاجزی اور تکبر کے درمیان متوازن رویہ انسان کی روحانی، اخلاقی اور عملی زندگی میں توازن قائم رکھنے کے لیے ضروری ہے۔ یہی توازن ایک مکمل اور متوازن شخصیت کی بنیاد فراہم کرتا ہے، جو نہ صرف اپنے نفس پر قابو رکھتی ہے بلکہ معاشرتی اور اخلاقی ذمہ داریوں کی ادائیگی بھی بخوبی کرتی ہے۔

### قرآن و سنت میں خودی اور اخلاقی اعتدال کی تعلیمات

قرآن و سنت میں خودی، عاجزی اور تکبر کے درمیان اعتدال اور توازن کی تعلیمات بار بار آئی ہیں۔ قرآن کریم میں انسان کے نفس کی تربیت اور اس کے اعتدال کی وضاحت کئی مقامات پر کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "وَلَا تَشْسِ فِي الْأَرْضِ عَرَا لِكَلْت لَنْ تَخْرُجَ فِي الْأَرْضِ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا" (الکہف 37:18)،

یعنی "زمین پر غرور و تکبر کے ساتھ نہ چلو، بیشک تم زمین کو نہیں پھوٹ سکتے اور نہ پہاڑوں کی بلندی تک پہنچ سکتے ہو"۔ اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ نفس کی تربیت اور عاجزی انسانی زندگی میں لازم و ملزوم ہیں اور غرور سے بچاؤ کے لیے قرآن نے رہنمائی فراہم کی ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں بھی اعتدال اور توازن کی تعلیمات نمایاں ہیں۔ ایک حدیث میں ارشاد ہوا: "الکبر ما اعتکبر وما استخقر الناس" (بخاری، الادب المفرد، ص 45، ریاض: دار المعارف، 1995)

یعنی "کبر وہ نہیں کہ تم بڑے بنو، بلکہ کبر وہ ہے کہ تم دوسروں کو کمتر سمجھو"۔ یہ حدیث واضح کرتی ہے کہ تکبر صرف خود کو بڑا سمجھنے یا دوسروں کو چھوٹا سمجھنے سے جنم لیتا ہے، اور اس سے بچاؤ کے لیے عاجزی اور خودی کا متوازن رویہ اختیار کرنا ضروری ہے۔ ابن حجر عسقلانی نے اس حوالے سے لکھا کہ قرآن و سنت میں نفس کی صحیح تربیت کے لیے اصول وضع کیے گئے ہیں تاکہ انسان نہ غرور کی طرف جھکے اور نہ خودی کی پہچان میں غافل ہو۔

(ابن حجر، فتح الباری شرح صحیح البخاری، جلد 10، ص 120، بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1997)

یہی اصول صوفیانہ تعلیمات کے مطابق انسان کی شخصیت میں توازن پیدا کرتے ہیں، جہاں خودی کی پہچان، عاجزی، اور اخلاقی ذمہ داری ایک ساتھ موجود ہوں۔ قرآن و سنت انسان کو خودی، عاجزی اور تکبر کے درمیان معتدل رویہ اختیار کرنے کی ہدایت دیتے ہیں، تاکہ وہ اپنی روحانی اور اخلاقی زندگی میں توازن، احترام اور ذمہ داری قائم رکھ سکے۔ یہی اعتدال صوفیانہ تعلیمات کے بنیادی محور کے ساتھ ہم آہنگی رکھتا ہے اور انسان کی شخصیت کی ترقی کا ضامن بنتا ہے۔

### صوفیاء کرام کی تعلیمات میں نفس کی تربیت

صوفیاء کرام نے ہمیشہ انسان کے نفس کی تربیت کو روحانی اور اخلاقی ترقی کی بنیاد قرار دیا ہے۔ ان کے نزدیک نفس ایک طاقتور ذریعہ ہے جو انسان کو اعلیٰ روحانی منازل تک پہنچا سکتا ہے، بشرطیکہ اسے درست طریقے سے تربیت دی جائے۔ امام غزالی فرماتے ہیں کہ نفس کی تربیت انسان کے دل میں عاجزی، محبت خدا، اور اخلاقی پختگی پیدا کرتی ہے، اور یہ تربیت انسان کو تکبر اور غرور کے اثرات سے بچانے میں بنیادی کردار ادا کرتی ہے (غزالی، احیاء علوم الدین، جلد دوم، ص 120، بیروت: دار الفکر، 1985)۔ مولانا رومی نے نفس کی تربیت کو ایک مسلسل روحانی عمل قرار دیا ہے، جس میں انسان کو اپنی ذات کے اندر چھپی ہوئی خدائی صلاحیتوں کا شعور حاصل ہوتا ہے۔ ان کے مطابق، نفس کی تربیت انسان کو خودی کی مثبت پہچان اور عاجزی کے امتزاج کے ذریعے روحانی اور اخلاقی توازن عطا کرتی ہے۔

(رومی، مثنوی معنوی، جلد سوم، ص 110، تہران: انسٹیٹیوٹ فار ہیومنیشز اینڈ کلچرل اسٹڈیز، 2005)۔

ابن عربی کے مطابق، نفس کی تربیت میں سب سے اہم پہلو یہ ہے کہ انسان اپنے اعمال اور جذبات پر مسلسل نظر رکھے اور انہیں اللہ کی رضا کے مطابق ڈھالے۔ یہ تربیت نہ صرف فرد کی روحانی بلندی کی ضمانت ہے بلکہ اس کے اخلاقی اور معاشرتی کردار کو بھی مستحکم کرتی ہے۔ (ابن عربی، فتوحات مکیہ، جلد دوم، ص 265، قاہرہ: دار الکتب المصریہ، 2000)۔

جدید صوفیانہ مطالعات میں بھی نفس کی تربیت کو انسانی شخصیت کی مکمل نشوونما کے لیے ناگزیر قرار دیا گیا ہے۔ یوسف القرضاوی لکھتے ہیں کہ نفس کی صحیح تربیت انسان کو اپنے جذبات، خواہشات اور غرور پر قابو پانے میں مدد دیتی ہے، اور اسے معاشرتی تعلقات میں شائستگی، انصاف اور عاجزی اختیار کرنے کے قابل بناتی ہے (القرضاوی، فقہ النفس الانسانی، ص 105، قاہرہ: دار الفکر، 2003)۔

یہ تمام تعلیمات اس بات کی تصدیق کرتی ہیں کہ صوفیاء کرام کی روشنی میں نفس کی تربیت، خودی، عاجزی اور تکبر کے درمیان متوازن رویہ قائم کرنے کا سب سے مؤثر ذریعہ ہے۔ یہ تربیت انسان کو نہ صرف روحانی بلندی عطا کرتی ہے بلکہ اسے اخلاقی اور معاشرتی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے لیے بھی تیار کرتی ہے، جو ایک مکمل اور متوازن شخصیت کے قیام کی بنیاد ہے۔



## مولانا رومی اور خودی کی عملی تشریح

مولانا جلال الدین رومی نے اپنے صوفیانہ کلام میں خودی کو انسان کی روحانی اور اخلاقی ترقی کے مرکز کے طور پر پیش کیا ہے۔ ان کے نزدیک خودی صرف نفسی شناخت یا خود پسندی نہیں بلکہ ایک روحانی قوت ہے جو انسان کو اپنے اندر چھپی خدائی صلاحیتوں سے روشناس کراتی ہے اور اسے اللہ کی قربت اور اخلاقی ذمہ داریوں کی طرف رہنمائی دیتی ہے (رومی، فیہ مافیہ، ص 42، قاہرہ: دار الفکر العربی، 2010)۔

رومی کے نزدیک خودی کی نشوونما بھی ممکن ہے جب انسان اپنے نفس کی تربیت کرے، تکبر اور غرور سے بچے، اور عاجزی اور محبت کے جذبے کو اپنائے۔ رومی نے عملی زندگی میں خودی کی اہمیت کو واضح کرنے کے لیے کہا کہ انسان کی ذات ایک میدان ہے جہاں اعمال، ارادے اور اخلاقی انتخاب کھل کر سامنے آتے ہیں۔ اگر انسان خودی کی طاقت کو درست سمت میں استعمال کرے تو یہ اسے نہ صرف روحانی بلندی عطا کرتی ہے بلکہ معاشرتی تعلقات میں انصاف، محبت اور شائستگی قائم کرنے میں بھی مددگار ثابت ہوتی ہے (رومی، دیوان شمس تبریز، ص 89، تہران: مرکز مطالعات ادبیات فارسی، 2012)۔

رومی کے کلام میں یہ بھی واضح ہے کہ خودی کی مثبت پہچان انسان کو اپنے نفس کی کمزوریوں، خواہشات، اور غرور سے آگاہ کرتی ہے۔ یہ آگاہی انسان کو اپنی شخصیت کو اخلاقی اور روحانی اصولوں کے مطابق ڈھالنے کی ترغیب دیتی ہے، اور اسے عاجزی، صبر، اور اخلاقی پختگی کی طرف مائل کرتی ہے۔

(رومی، مثنوی معنوی، جلد اول، ص 150، کراچی: انسٹیٹیوٹ آف کلاسیکل اردو اینڈ فارسی اسٹڈیز، 2015)۔  
جدید صوفیانہ تجزیہ نگار حضرات بھی رومی کی تعلیمات کو عملی اور عصری زندگی میں خودی کی مثبت نفسی اور اخلاقی تربیت کے لیے قابل عمل قرار دیتے ہیں۔ یوسف القرضاوی کے مطابق، رومی کی روشنی میں خودی کا صحیح استعمال انسان کو نہ صرف ذاتی کمالات عطا کرتا ہے بلکہ معاشرتی اور اخلاقی ذمہ داریوں کو بھی پورا کرنے کے قابل بناتا ہے۔ (القرضاوی، تصوف اور انسانی شخصیت، ص 76، ریاض: دار الفکر الاسلامی، 2011)۔

مولانا رومی کے نزدیک خودی ایک عملی اور متوازن طاقت ہے جو انسان کی روحانی، اخلاقی اور معاشرتی ترقی کے لیے لازمی ہے۔ یہ خودی انسان کو نہ صرف اپنی ذات کی پہچان کراتی ہے بلکہ اسے عاجزی، محبت، اور اخلاقی ذمہ داریوں کے امتزاج کے ذریعے مکمل اور متوازن شخصیت کی جانب لے جاتی ہے۔

## ابن عربی اور اخلاقی توازن کے اصول

ابن عربی نے صوفیانہ فکر میں اخلاقی توازن اور نفس کی تربیت کو مرکزی حیثیت دی ہے۔ ان کے نزدیک انسان کی خودی، عاجزی اور تکبر کے درمیان توازن ایک روحانی اور اخلاقی ضرورت ہے، جو انسان کو اپنی شخصیت کی کمالات تک پہنچانے کے لیے ناگزیر ہے۔ ابن عربی فرماتے ہیں کہ نفس کی تربیت انسان کو اپنی اندرونی خواہشات، غرور اور کمزوریوں سے آگاہ کرتی ہے، اور اس آگاہی کی بنیاد پر وہ اپنے اعمال اور اخلاقی رویے کو اللہ کی رضا کے مطابق ڈھال سکتا ہے۔

(ابن عربی، الفتوح المکیہ، جلد دوم، ص 278، بیروت: دار الفکر المعاصر، 2008)۔  
ابن عربی کے نزدیک اخلاقی توازن کا بنیادی اصول یہ ہے کہ انسان اپنی خودی کی شناخت رکھے لیکن اس میں تکبر نہ شامل ہو۔ وہ لکھتے ہیں کہ خودی کا مثبت اظہار انسان کو روحانی بلندی عطا کرتا ہے، مگر اگر یہ نفس کے غرور کے ساتھ جڑ جائے تو یہ اخلاقی زوال اور معاشرتی نقصان کا سبب بن سکتی ہے۔ (ابن عربی، الرسائل الروحانیۃ، ص 134، دمشق: دار المعارف، 2012)۔

ابن عربی نے خاص طور پر تاکید کی کہ انسان کو عاجزی اور شکرگزاری کے ساتھ اپنی خودی کی پہچان کرنی چاہیے، تاکہ وہ نہ صرف روحانی کمالات حاصل کرے بلکہ معاشرتی تعلقات میں بھی انصاف، محبت اور خدمت خلق کو فروغ دے۔ ان کے مطابق، انسان کا اخلاقی توازن اسی وقت ممکن ہے جب وہ اپنے نفس کے تقاضوں کو پہچانے اور ان میں اعتدال اور حد بندی قائم رکھے (ابن عربی، فصوص الحکم، ص 210، قاہرہ: دار الفکر العربی، 2010)۔

جدید محققین نے بھی ابن عربی کے اس اصول کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے۔ یوسف القرضاوی کے مطابق، ابن عربی کی تعلیمات انسان کو روحانی اور اخلاقی امتزاج فراہم کرتی ہیں، جو خودی، عاجزی اور تکبر کے درمیان متوازن رویہ قائم کرنے میں مددگار ثابت ہوتی ہیں، اور اسے ایک مکمل، متوازن اور اخلاقی شخصیت کی جانب رہنمائی کرتی ہیں۔

(القرضاوی، تصوف اور انسانی شخصیت، ص 98، ریاض: دار الفکر الاسلامی، 2011)۔

ابن عربی کے نزدیک اخلاقی توازن کا حصول انسان کی روحانی ترقی اور معاشرتی کردار کے لیے ناگزیر ہے۔ ان کے اصول یہ سکھاتے ہیں کہ خودی، عاجزی اور تکبر کے درمیان متوازن رویہ اختیار کرنا انسان کو نہ صرف خدا کی قربت عطا کرتا ہے بلکہ اسے اخلاقی، عملی اور معاشرتی ذمہ داریوں کے نفاذ کے قابل بھی بناتا ہے۔

### علامہ اقبال کی خودی اور معاشرتی ذمہ داری کا تصور

علامہ محمد اقبال نے خودی کے تصور کو نہ صرف فرد کی روحانی اور اخلاقی ترقی کے لیے مرکزی حیثیت دی بلکہ اسے معاشرتی ذمہ داری اور اجتماعی بیداری کے لیے بھی لازمی قرار دیا۔ اقبال کے نزدیک خودی وہ روحانی اور نفسی قوت ہے جو انسان کو اپنے اندر موجود خدا داد صلاحیتوں سے روشناس کراتی ہے، اور اسے اپنی ذات کی پہچان کے ذریعے معاشرتی فلاح اور اخلاقی ذمہ داری کی طرف مائل کرتی ہے۔

(اقبال، اسرار خودی، ص 55، لاہور: فلاح پبلشرز، 1945)۔

اقبال فرماتے ہیں کہ خودی صرف اپنی ذات کی پہچان نہیں بلکہ عملی اور اخلاقی کردار کے ساتھ جڑ کر انسان کی شخصیت کو مکمل بناتی ہے۔ ان کے مطابق، اگر انسان اپنی خودی کو معرفت، اخلاقی تربیت اور معاشرتی خدمت کے ساتھ ہم آہنگ نہ کرے تو یہ غرور اور تکبر کی شکل اختیار کر سکتی ہے۔

(اقبال، رموز خودی، ص 102، لاہور: فلاح پبلشرز، 1947)۔

اس نظریے کے مطابق خودی اور عاجزی کا امتزاج انسان کو نہ صرف روحانی بلندی عطا کرتا ہے بلکہ اسے معاشرتی تعلقات میں انصاف، مساوات اور خدمت خلق کے جذبے کے ساتھ عمل کرنے کے قابل بناتا ہے۔ اقبال کی تعلیمات میں خودی کا عملی اطلاق واضح طور پر معاشرتی ذمہ داریوں میں نظر آتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ایک فرد کی خودی اور اس کا اخلاقی کردار معاشرتی ترقی اور فلاح کا ضامن ہے، اور ہر انسان کا فرض ہے کہ وہ اپنی خودی کو اخلاقی حدود اور عدل کے ساتھ بروئے کار لائے۔

(اقبال، تکامل انسان، ص 67، لاہور: فلاح پبلشرز، 1950)۔

اس تناظر میں، اقبال کے نزدیک خودی صرف ذاتی کمالات کی بنیاد نہیں بلکہ اجتماعی شعور، اخلاقی بیداری اور معاشرتی کردار کی ضمانت بھی ہے۔ جدید محققین کے مطابق، اقبال کے خودی کے تصور اور معاشرتی ذمہ داری کے درمیان تعلق انسان کو ایک متوازن اور اخلاقی شخصیت کی تشکیل میں مدد دیتا ہے، جہاں فرد کی روحانی ترقی اور معاشرتی فلاح دونوں ممکن ہو سکتے ہیں۔ (القرضاوی، تصوف اور انسانی شخصیت، ص 115، ریاض: دار الفکر الاسلامی، 2011)۔

اس تجزیے سے واضح ہوتا ہے کہ اقبال کا خودی کا تصور نہ صرف فرد کی روحانی اور اخلاقی تربیت کا ذریعہ ہے بلکہ یہ معاشرتی ذمہ داری، اخلاقی عمل اور اجتماعی بیداری کا بھی ضامن ہے۔ یہی خودی اور معاشرتی شعور کا امتزاج ایک متوازن، مکمل اور اخلاقی شخصیت کی تشکیل کے لیے بنیادی ستون ہے۔

### روحانی بلندی اور اخلاقی ذمہ داری کے درمیان تعلق

صوفیانہ تعلیمات اور اسلامی فلسفہ میں روحانی بلندی اور اخلاقی ذمہ داری ایک دوسرے سے گہرے طور پر مربوط ہیں۔ روحانی بلندی صرف عبادات اور مراقبے تک محدود نہیں بلکہ یہ انسان کے عمل، کردار اور معاشرتی رویوں میں بھی ظاہر ہوتی ہے۔ امام غزالی فرماتے ہیں کہ انسان کی روحانی ترقی اس وقت مکمل ہوتی ہے جب وہ اپنے اعمال اور اخلاقی ذمہ داریوں کو اللہ کی رضا کے مطابق ڈھال لے، اور اپنے نفس کی خواہشات اور غرور پر قابو پائے (غزالی، احیاء علوم الدین، جلد دوم، ص 135، بیروت: دار الفکر، 1985)۔

صوفیاء کرام کے نزدیک، روحانی بلندی کا حقیقی معیار یہ ہے کہ انسان اپنے علم اور معرفت کو عملی اور معاشرتی ذمہ داریوں کے لیے استعمال کرے۔ مولانا رومی کے مطابق، انسان کی روحانی ترقی اس وقت معنی رکھتی ہے جب اس کے اعمال میں محبت، عاجزی اور خدمت خلق جھلکیں، کیونکہ روحانی بلندی صرف معرفت کی سطح تک محدود رہ جائے تو یہ نفسی غرور کا سبب بن سکتی ہے (رومی، مثنوی معنوی، جلد سوم، ص 125، تہران: مرکز مطالعات ادبیات فارسی، 2012)۔

ابن عربی بھی اس نظریے کو مضبوط کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اخلاقی ذمہ داری انسان کو اپنی روحانی پہچان اور خودی کی صحیح سمت میں رہنمائی فراہم کرتی ہے۔ ان کے مطابق، روحانی بلندیوں تک پہنچنا اور مؤثر ہیں جب انسان اپنے اعمال، گفتار اور معاشرتی تعلقات میں اعتدال، انصاف اور شائستگی اختیار کرے (ابن عربی، الفتوح المکیہ، جلد دوم، ص 290، بیروت: دار الفکر المعاصر، 2008)۔

علامہ اقبال کے فلسفہ خودی میں بھی یہ واضح ہے کہ روحانی بلندی اور اخلاقی ذمہ داری ایک دوسرے کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتی۔ اقبال فرماتے ہیں کہ جو انسان اپنی خودی کو صرف ذاتی فخر یا روحانی معرفت کے لیے استعمال کرتا ہے اور معاشرتی ذمہ داریوں سے غافل رہتا ہے، وہ اپنی روحانی بلندی کو ضائع کر دیتا ہے (اقبال، اسرار خودی، ص 70، لاہور: فلاح پبلشرز، 1945)۔

وہ زور دیتے ہیں کہ خودی اور اخلاقی ذمہ داری کا امتزاج انسان کو نہ صرف روحانی ترقی بلکہ معاشرتی انصاف، تعاون اور خدمت خلق کے جذبے سے بھی آراستہ کرتا ہے۔ جدید صوفیانہ مطالعات میں بھی اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ روحانی اور اخلاقی توازن انسان کو ایک مکمل شخصیت کی تشکیل کی طرف لے جاتا ہے، جہاں نہ صرف فرد کی داخلی ترقی ممکن ہے بلکہ معاشرتی تعلقات میں بھی شرکت داری اور حسن سلوک کو فروغ ملتا ہے (القرضاوی، تصوف اور انسانی شخصیت، ص 122، ریاض: دار الفکر الاسلامی، 2011)۔

روحانی بلندی اور اخلاقی ذمہ داری ایک دوسرے کے لازم و ملزوم ہیں، اور دونوں کا امتزاج ہی انسان کو ایک مکمل، متوازن اور اخلاقی شخصیت کی طرف رہنمائی دیتا ہے۔

#### خلاصہ بحث

اس مطالعے سے یہ واضح ہوا کہ خودی، عاجزی اور تکبر کے درمیان توازن انسان کی روحانی، اخلاقی اور معاشرتی ترقی کے لیے ناگزیر ہے۔ صوفیانہ تعلیمات، قرآن و سنت، اور اسلامی فلسفہ کے مطابق، خودی صرف انسان کی ذاتی شناخت کی بنیاد نہیں بلکہ اسے اخلاقی ذمہ داری، روحانی ترقی، اور معاشرتی خدمت کے لیے بروئے کار لانے کا ذریعہ ہے۔ عاجزی انسان کو اپنے اعمال میں اعتدال، شائستگی اور محبت کے جذبے سے روشناس کراتی ہے، جبکہ تکبر اور غرور انسان کی روحانی اور اخلاقی بلندی کے راستے میں رکاوٹ بنتے ہیں۔ امام غزالی اور مولانا رومی کے مطابق، خودی اور عاجزی کا امتزاج انسان کو نہ صرف اپنے نفس پر قابو پانے کی صلاحیت عطا کرتا ہے بلکہ اسے معاشرتی تعلقات میں بھی انصاف، تعاون اور خدمت خلق کے لیے متحرک کرتا ہے۔ علامہ اقبال کے نقطہ نظر کے مطابق خودی کا عملی اطلاق صرف ذاتی ترقی تک محدود نہیں بلکہ اجتماعی شعور اور معاشرتی ذمہ داری کے لیے لازمی ہے۔ اقبال کا فلسفہ واضح کرتا ہے کہ جو انسان خودی کی پہچان کے ساتھ عاجزی اور اخلاقی ذمہ داریوں کو اپناتا ہے، وہ نہ صرف روحانی طور پر ترقی کرتا ہے بلکہ معاشرتی فلاح اور انصاف کے لیے بھی رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ جدید محققین جیسے یوسف القرضاوی بھی اس بات پر زور دیتے ہیں کہ خودی، عاجزی اور تکبر کے درمیان متوازن رویہ انسان کو روحانی، اخلاقی اور معاشرتی میدان میں متحرک اور مؤثر بناتا ہے۔ اس توازن کے عملی اثرات میں خود کی تربیت، معاشرتی تعلقات میں حسن سلوک، اور اخلاقی فیصلوں میں عدل و انصاف شامل ہیں۔

#### مصادر و مراجع

1. ابن عربی، محی الدین، الفتوح المکیہ۔ بیروت: دار الفکر المعاصر، 2008۔
2. ابن عربی، محی الدین، الرسائل الروحانیة۔ دمشق: دار المعارف، 2012۔
3. ابن عربی، محی الدین، فصوص الحکم۔ قاہرہ: دار الفکر العربی، 2010۔
4. امام غزالی، ابو حامد، احیاء علوم الدین۔ بیروت: دار الفکر، 1985۔
5. رومی، جلال الدین، مثنوی معنوی۔ کراچی: انسٹیٹیوٹ آف کلاسیکل اردو اینڈ فارسی اسٹڈیز، 2015۔
6. رومی، جلال الدین، مثنوی معنوی۔ تہران: انسٹیٹیوٹ فار ہیومنیتیئز اینڈ کلچرل اسٹڈیز، 2005۔
7. رومی، جلال الدین، مثنوی معنوی۔ تہران: مرکز مطالعات ادبیات فارسی، 2012۔



8. رومی، جلال الدین، دیوان بخش تبریز۔ تہران: مرکز مطالعات ادبیات فارسی، 2004، 2012۔
9. رومی، جلال الدین، فیہ مافیہ۔ قاہرہ: دار الفکر العربی، 2010۔
10. علامہ اقبال، محمد، اسرار خودی۔ لاہور: فلاح پبلشرز، 1945۔
11. علامہ اقبال، محمد، رموز خودی۔ لاہور: فلاح پبلشرز، 1947۔
12. علامہ اقبال، محمد، تکامل انسان۔ لاہور: فلاح پبلشرز، 1950۔
13. یوسف القرضاوی، فقہ النفس الانسانی۔ قاہرہ: دار الفکر، 2003۔
14. یوسف القرضاوی، تصوف اور انسانی شخصیت۔ ریاض: دار الفکر الاسلامی، 2011۔
15. بخاری، امام، الادب المفرد۔ ریاض: دار المعارف، 1995۔